عجائب القرآن کے انسانی نفسیات پر اثرات

The Effects of Wonders of The Qur'an on Human Psychology

Fizzah Hussain
M.Phil scholar Government College Women University Faisalabad
Email: fizzahhussain221@gmail.com
Shama Naz
PhD scholar Government College University Faisalabad
Email: shamanaz.018@gmail.com

Abstract

Quran is the law of life and the eternal message of humanity. Its effectiveness has the ability to crush hearts and the power to overshadow thoughts and eyes. This great book is full of countless secrets. His verses contain similitudes, infinite and effective wonders, which appear in the universe of billions and trillions of galaxies, the earth and the sky, and the human soul itself. Indeed, this Qur'an is the truth, a treasure of knowledge and wisdom and the secrets of reality. Its wonders are endless. Each letter of this divine word, the eloquence and rhetoric hidden in its words and articles, its presentation and delay, mysteries and symbols, verses of similes and miraculous effect captivate the human psyche and lead to new worlds, new paths. It leads to The wonders of the Qur'an affect the human psyche in different ways. Psychology refers to the ability of any human being to think, understand, feel and then describe. Some people gain guidance by meditating on the wonders of the Qur'an, some people take the path of objections, and some misguided people follow the forces of tyranny and use the same verses to destroy humanity. They themselves also go astray and lead others astray from the path of guidance.

Keywords: Wonders of the Quran, Psychology, the Human Self

ابتدائیہ

قرآن دستورِ حیات اور ابدی پیغامِ انسانیت ہے۔ اس کی تاثیر دلوں کو زیر و زبر کر دینے کی صلاحیت اور فکر و نظر پر چھا جانے کی طاقت رکھتی ہے۔ یہ عظیم الشان کتاب بے شمار سربستہ رازوں کی امین ہے۔ اس کی آیات متشابہات لامحدود اور پُر تاثیر عجائب پر مشتمل ہیں جن کا ظہور اس اربوں کھربوں کہکشاؤں پر مشتمل کائناتِ ارض و سماء اور خود نفسِ انسانی میں ہوتا ہے۔ بے شک یہ قرآن حق ہے علم و معرفت اور اسرارِ حقیقت کا خزانہ ہے۔ اس کے عجائب ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ اس کلامِ الٰہی کا ایک ایک حرف، اس کے الفاظ و مضامین میں پوشیدہ فصاحت و بلاغت، اس میں تقدیم و تاخیر، اسرار و رموز، آیاتِ متشابہات اور معجزانہ تاثیر انسانی نفسیات کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے اور نئی دنیاؤں، نئے راستوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ عجائب القرآن انسانی نفسیات پر مختلف طریقوں سے اثر انداز ہوتے

ہیں۔ نفسیات کسی بھی انسان کی سوچنے، سمجھنے، محسوس کرنے اور پھر بیان کرنے کی صلاحیت کو کہتے ہیں۔ کچھ انسان عجائب القرآن پر غور وفکر کر کے ہدایت کا ملہ حاصل کر لیتے ہیں کچھ اعتراضات کی راہ اختیار کرتے ہیں اور کچھ گمراہ لوگ طاغوتی قوتوں کی پیروی کرتے ہوئے انہی آیاتِ متشابہات کو انسانیت کی بربادی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ ہدایت سے بھٹکا دیتے ہیں۔

عجائب القرآن کا مفہوم:

قرآن پاک بزرگ وبرتر اور مطہر وپاکیزہ کلام ہے۔ یہ علم کا سمندر اور حکمت کا خزانہ ہے۔ اس میں اگلوں کی خبریں اور آنے والی نسلوں کی پیشن گوئیاں ہیں۔ اس کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں اس کے موضوعات بار بار پڑھنے اور دہرانے سے بوسیدہ ہونے والے نہیں اور نہ علماء کو اس سے مکمل سیرابی ہو سکتی ہے۔ یہ انسان کی منہاجات کا کشکول اور علم ومعرفت کا سرچشمہ ہے۔ موجودات کو انسان کے لیے مسخر قرار دیتا ہے اور عبادات وتعمیرِ کائنات کے تعلق سے اس کی مکمل ذمہ داری کا تعین کرتا ہے۔ قرآن پر غور کرنے اور تدبر کرنے کا ہر مسلمان کو حکم دیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا "(1)

ترجمہ: (یہ لوگ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔)

گویا قرآن اور اس کے مفاہیم پر غور وفکر کرنا انسان کے فرائضِ منصبی میں سے ایک فرض ہے۔

عجائب کا مفہوم:

عجائب کا مادہ (ع،ج،ب) ہے۔ یہ لفظ عربی زبان کے علاوہ اردو اور فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

"فرہنگ آصفیہ" میں 'عجائب' کے معانی یون بیان ہوئے ہیں:

"انوکھا، نادر، تعجب انگیز، نیا، عمدہ، نرالا۔"(2)

"فیروز اللغات" میں مولوی فیروزالدین نے 'عجائب' کے معانی یوں بیان کیے ہیں:

"حیرت انگیز چیزیں، انوکھی اور عجیب چیزیں، عجیب کی جمع۔"(3)

وارث سرہندی "عجائب" کے معانی بیان کرتے ہیں:

"تعجب، عجوبہ کا مخفف، عجیب چیز، عجیب کی جمع، طرفہ، وہ چیزیں جو لوگوں کو حیرت میں ڈال دیں۔"(4)

"مفردات القرآن" میں 'عجائب' کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"عَجَبٌ اس حیرت کو کہتے ہیں جس کا سبب معلوم نہ ہو۔ عَجَبٌ ہر وہ بات ہے جس سے تعجب پیدا ہوتا ہے اور جیسی چیز عام طور پر نہ دیکھی جاتی ہو اسے عَجِیبٌ کہتے ہیں۔"[5]

قرآن میں یہ لفظ اس طرح استعمال کیا گیا ہے:

"أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا "[6]

ترجمہ:(کیا لوگوں کو اس بات پر حیرت ہے کہ ہم نے وحی بھیجی۔)

قرآن کا مفہوم:

لفظ قرآن قرات کا مترادف مصدر ہے۔

"قرا جَمَعَ کے معنی میں آتا ہے اور قرات کے معنی ہیں حروف و کلمات کو پڑھتے وقت ایک دوسرے سے ملانا۔ قرآن اور قرات دونوں کی اصل ایک ہے قراء کا مصدر ہے قراءۃ و قرآن۔"[7]

قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ معجزانہ کلام ہے جو خاتم الانبیاء ﷺ پر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوا۔ مصحف میں لکھا ہوا موجود ہے، سینوں میں محفوظ ہے، ہم تک تواتر سے پہنچا ہے، جس کی تلاوت عبادت میں شامل ہے ۔اس کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہوتا ہے اور خاتمہ سورۃ الناس پر ہوتا ہے۔[8]

قرآن اپنا تعارف خود کرواتا ہے:

"وَ إِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ oنَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُoعَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَoبِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ"[9]

ترجمہ:(اور یقیناً یہ قرآن پروردگار عالم کا اُتارا ہوا ہے۔ اسے امانت دار روح (جبرئیل علیہ السلام) لے کر تیرے دل پر اُترا ہے تاکہ ہو جاؤ تم خبر دار کرنے والوں میں سے۔ اُترا ہے یہ صاف اور واضح عربی زبان میں۔)

کلام ایک جنس ہے جس میں ہر کلام شامل ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی اضافت انسان و جنات اور ملائکہ کے ہر کلام سے اسے ممتاز و منفرد بنا دیتا ہے۔

"الخصائص الکبریٰ للسیوطی" میں امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قرآن مجید کے بارے میں اپنے تاثرات یوں بیان کیے:

"والله ان لقوله الذى يقول حلاوة وان عليه لطلاوة،و انه ليعلو وما يعلى"[10]

ترجمہ:(خدا کی قسم جو کلام یہ بولتے ہیں اس میں بلا کی شیرینی اور رونق ہے یہ کلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔)

قرآن کی جامع تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے:

"القرآن هوالكتاب المعجز المنزل على قلب محمد ﷺ بواسطة جبريل بلسان عربى مبين"[11]

ترجمہ: (قرآن وہ کتاب ہے جو سب انس و جن کو اپنی مثال پیش کرنے سے عاجز کرنے والی ہے اور جو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے عربی زبان میں محمد ﷺ کے دل پر اُتاری گئی ہے۔)

اس تعریف کے بنیادی اجزاء تین ہیں:

تنزیل: یہ انسانی تصنیف نہیں ہے بلکہ رب العالمین کی نازل کردہ ہے۔

بلسان عربی: رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر عربی زبان میں نازل ہوئی ہے۔

المعجز: اس کی مثال پیش کرنے سے جن وانس عاجز ہیں۔

قرآن کی فنی تعریف:

اصول فقہ کی کتابوں میں قرآن کی جو اصطلاحی اور فنی تعریف بیان ہوئی ہے وہ بھی قرآن ہی سے ماخوذ ہے۔ اس سے اس کے معنی واضح اور اس کا امتیاز نمایاں ہو جاتا ہے۔ توضیح تلویح میں قرآن کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"کلام الله، المنزل وعلى نبيه محمد ﷺ ،المعجز بلفظه المتعبد بتلاوته، المكتوب فی المصاحف، المنقول بالتوتر"[12]

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کردہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو الفاظ کے اعتبار سے معجز، یعنی اپنی نظیر پیش کرنے سے عاجز کر دینے والا ہے، اس کی تلاوت کے ذریعے سے عبادت کی جاتی ہے، وہ مصاحف میں تحریر شدہ اور تواتر کے ساتھ منقول ہے۔)

اس تعریف کے بیان کا مقصد علماء کے مطابق ان حدود و قیود کا تعین کرنا ہے جن سے قرآن کا مطلب بھی واضح ہو جائے اور دوسری طرف کوئی اور کلام اس میں شامل نہ ہو سکے۔

قرآن کی تعریف میں مذکورہ قیود کی وضاحت:

القرآن کلام اللہ:

قرآن کی اصل حقیقت اور ماہیت یہ ہے کہ یہ "اللہ کا کلام" ہے۔ اس قید سے تمام انسانوں، جنات اور ملائکہ وغیرہ کے کلام نکل جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں بھی کتاب اللہ پر کلام اللہ کا اطلاق ہوا ہے۔[13] مثلاً سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللهِ "[14]

ترجمہ: (اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے۔)

المنزل علی الرسول:

یہ تو قرآن کی لازمی صفت ہے اور یہی اس کی اصل ماہیت ہے یعنی یہ وہ کتاب ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور کسی مخلوق کی تصنیف نہیں ہے۔ لہٰذا اس قید سے وہ کلام نکل گیا جو دوسرے نبیوں پر نازل ہوا جیسے توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور صحیفے جو پہلے انبیاء کرام علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

المکتوب فی المصاحف:

مصاحف مصحف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "مجلد کتاب"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب پورے قرآن کو رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق ایک مجموعے کی شکل میں مرتب کروایا تو اس کا نام "مصحف" رکھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

"رئیت بالحبشة کتابا ید عونه مصحفاً فسموه به"[15]

ترجمہ: (میں نے حبشہ میں ایک کتاب دیکھی تھی جسے وہ لوگ مصحف کہتے تھے چنانچہ قرآن کے اس مجموعے کو مصحف کا نام دیا گیا۔)

لفظ مصحف کا مادہ (ص، ح، ف) ہے جس سے صحافت یا صحافت کا لفظ بنا ہے جس کے معنی ہیں لکھنا۔ صحفی یا صحافی اخبار نویس کو کہتے ہیں اسی سے صحیفہ کا لفظ بنا ہے جس کے معنی ہیں "کتاب" اور اس کی جمع ہے صحائف یا صحف۔ قرآن میں ہے:

"يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ "[16]

ترجمہ: (پڑھتا ہے وہ رسول پاک صحیفے (سورتیں) جن میں لکھے ہیں احکام معتدل۔)

نازل کردہ:

یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے نازل کردہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ "[17]

ترجمہ: (ہم نے اسے ایک مبارک رات میں اُتارا۔)

چنانچہ اس قید سے وہ کلام الٰہی نکل گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس سے اس نے کسی کو آگاہ نہیں کیا ہے۔ نیز وہ کلام بھی خارج ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں پر اس لیے القاء کیا کہ وہ اس کے مطابق کام کریں، نہ کہ اس سے کسی انسان کو آگاہ کریں۔ اسی قسم کے کلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ o فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ "[18]

ترجمہ:(بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ جو لوحِ محفوظ میں درج ہے۔)

یوں اللہ تعالیٰ کا کلام دو قسموں پر مشتمل ہے ایک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر نازل کیا گیا اور دوسرا وہ جو اللہ تعالیٰ صرف اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس کے اصل مفہوم سے وہی واقف ہیں۔ قرآن کتابِ ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے اور خالقِ کائنات ہی اس کا نازل کرنے والا ہے۔

قرآن اور انسانی نفسیات

قرآن پاک کلامِ الٰہی ہے اللہ رب العزت کی بے مثال کتاب ہے جس کا علم لامحدود اور جس کی تاثیر بے کنار ہے۔ یہ نفسِ انسانی کے لیے رشد وہدایت کا سمندر ہے۔ قرآنِ پاک تمام علوم کا تکملہ ہے۔ کائنات کا تمام علم مجمل صورت میں موجود ہے جبکہ ابدی قوانین لوحِ محفوظ میں درج ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

"وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَآ إِلاَّ هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلاَّ يَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الأَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَلاَ يَابِسٍ إِلاَّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ "[19]

ترجمہ:(اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انھیں کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے اور وہ جانتا ہے جو کچھ بھی خشکی اور تری میں ہے اور کوئی پتا بھی نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ ہی کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں ہے اور نہ ہی کوئی تر اور خشک ہے مگر وہ واضح کتاب میں ہے۔)

امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ" کے تحت لکھتے ہیں:

"سو اللہ کے پاس غیب کا علم ہے اور اسی کے ہاتھ میں غیب تک پہنچانے والے راستے ہیں۔ وہی ان کا مالک ہے سو جس کو ان پر اطلاع دینا چاہے اطلاع دیتا ہے اور جس سے پردے میں رکھنا چاہے پردے میں رکھتا ہے اور اس کا فیضان صرف رسول پر ہوتا ہے۔"[20]

گویا قرآن کا علم انسانی علم کی معراج ہے لیکن ان رفعتوں تک ہم اسی وقت پہنچ سکتے ہیں جب ہم ذہنی و جسمانی اور نفسیاتی و روحانی طور پر ارتقاء کی منازل طے کرتے چلے جاتے ہیں تو ہم قرآنی علم کے سمندر سے حکمت و دانائی کے گوہر تلاش کر لیتے ہیں۔ ہم عقل کے وہ سیپ تلاش لیتے ہیں جن میں روحانیت کے موتی بُنتے ہیں جو تصوف کی راہوں میں ہمارے راہی بن جاتے ہیں اور اس صراطِ مستقیم پر ہمیں لے جاتے ہیں جو سیدھا خالقِ کائنات تک پہنچا دیتا ہے۔

قرآن وہ سیدھا راستہ ہے جس کے خزانے میں نہ صرف تہذیبِ نفس کی حکمتیں نظر آتی ہیں بلکہ نفسِ

انسانی کے امراض اور ان کے روحانی علاج کی صورتیں بھی موجود ہیں۔ قرآنِ مجید میں انبیاء کرام علیہ السلام کے خوابوں کے تذکرے اور ان کی تعبیریں، اہلِ کشف و کرامات کی پیشن گوئیاں، انسان کے خارجی و داخلی خصائل اور ان کے اسباب، نفس کی الجھنیں اور اطمینانِ نفس کے طریقے سب قرآن میں موجود ہیں۔

دنیائے نفس اور قرآن

نفس کا لغوی مفہوم:

لغوی طور پر نفس مصدر ہے۔ "لسان العرب" میں نفس کے مندرجہ ذیل معانی دیئے گئے ہیں:

"کسی شے کی حقیقت اور کلیت، ذات، روح، عقل، حسن تمیز، خون، تنفس۔"(21)

"فرہنگِ آصفیہ" میں نفس کے مندرجہ ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں:

"دم کشی، سانس، ناک سے قلب کی ترویج کے لیے ہوا لینا، دم، گھڑی، ساعت، لمحہ، لحظہ، دقیقہ۔"(22)

نفس کا اصطلاحی مفہوم:

نفس ذہن کا نعم البدل (Substitute of Mind) ہے۔ ذہنی مظاہر کا ایک سلسلہ (Series of Mental Phenomenon) ہے یا پھر گزشتہ زندگی (Departed of Life) ہے۔ "مفردات القرآن" میں نفس کا معنی ان الفاظ میں واضح کیا گیا ہے:

"فنسفه ذاته"(23)

ترجمہ: (نفس کے معنی ہیں ذات۔)

"اس طرح ذات وہ مرکزیت قرار پاتی ہے جس سے اس شے کے قوی اعمال کا نظام وابستہ ہو جاتا ہے۔ تمام حرکات کی ترتیب و تنظیم اور حصول غایت کی ابتداء اسی سے ہوتی ہے۔ اسی بناء پر ذات، شے اور محرکِ مرکزی ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔"(24)

انسان مجموعہ ہے "جسم، روح اور نفس" کا۔ انسانی ذات جو حقیقتِ امر بھی ہے تاہم یہ ایسی توانائی ہے جس سے تمیز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ دراصل "نفسِ انسانی" انسان کی باطنی فطرت کو کہتے ہیں۔ یہ وہ ذات ہے جو وجودِ خاکی کا پیرہن اوڑھے ہوئے ہے اور اختیار و ارادہ کا مالک ہے مگر محدود سطح پر۔

روزِ اوّل سے ہی انسان معرفتِ ذات کا خواہاں رہا ہے۔ وہ فی زمانہ اپنی تہذیبی و علمی ترقی کے تحت نیز اپنی ذہنی استعداد کو بروئے کار لا کر مختلف نظریات پیش کرتا رہا ہے لیکن لازوال نظریہ ہمیں قرآن فراہم کرتا ہے۔ قرآن انسان کو تخلیق کے تصور و نوعیت سے آگاہ کرتا ہے تاکہ ہم معرفت نفس سے حقیقت کا ادراک کریں۔

ارشادِ رب العزت ہے:

"سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِيْ الْاٰفَاقِ وَفِيْ أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ "[25]

ترجمہ:(عنقریب ہم ان کو کائنات میں اور خود ان کے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھلائیں گے حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائے گا بے شک یہی حق ہے اور کیا تیرے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر شے پر چشم دید گواہ ہے۔)

قرآنی علم النفس کا مفہوم مفردات القرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"قرآن کی روشنی میں ذات کی حقیقت کا ادراک کرنا نیز معرفت نفس سے خیر کثیر اکٹھی کر کے معرفت حق کا امین بننا۔"[26]

معرفتِ نفس اور قرآن

جس نے اپنی ذات کی معرفت حاصل کر لی گویا اس نے معرفتِ الٰہی حاصل کر لی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"وَفِي الْأَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ oوَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ"[27]

ترجمہ:(اور زمین میں ہماری قدرت کی نشانیاں ہیں اہلِ یقین کے لیے اور تمھارے اپنے وجود میں بھی، کیا تمھیں نظر نہیں آتیں؟)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى"[28]

ترجمہ:(کیا انھوں نے غور نہیں کیا اپنے نفسوں میں کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت کے لیے۔)

اس آیتِ مبارکہ میں انسان کو غور و فکر کرنے اور علوم و معارف کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ ازل سے ہی انسان کا بنیادی مقصد معرفتِ ذات اور معرفتِ کائنات رہا ہے۔ اپنے فطری جذبے سے سرشار ہو کر کبھی اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کی تو کبھی کائنات کے وسیع تر پیچیدہ طلسم کو سمجھنے کی سعی میں لگا رہا۔ اس کے لیے کبھی عقل کو ذریعہ بنایا تو کبھی حواس و ادراک کو جبکہ حقیقت ان ذرائع سے ماوراء اور ارفع ہے۔

جب انسان کو معرفتِ الٰہی کا مکلف بنایا گیا ہے تو لامحالہ اسے پہلے اپنی معرفت ہونی چاہیئے تاکہ اپنی فنا سے حق تعالیٰ کے ساتھ بقاء کو معلوم کر سکے۔ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کا ذکر صفتِ جہالت سے کیا ہے۔ گویا مومن کی نشانیوں میں سے ایک نشانی علم و حکمت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ إِلاَّ مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ "[29]

ترجمہ:(اور کون روگردانی کرسکتا ہے دین ابراہیم سے بجز اس کے جس نے احمق بنادیا ہو اپنے آپ کو۔)

انسان کل عالم کا نمونہ ہے اور عالم دونوں جہانوں کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ انسان کے اندر دونوں جہانوں کی صفات موجود ہیں۔ اس جہانِ فانی کی نشانیاں پانی، مٹی، ہوا اور آگ ہے اور اس جہانِ ابدی کی نشانیاں جنت، دوزخ اور میدانِ حشر ہے۔ جنت کے لطائف کا قائم مقام نفس اور میدانِ حشر کا قائم مقام جسم ہے۔ ان دونوں معنی کا جمال تو قہر و محبت ہے۔ لہٰذا جنت خدا کے رضا کا جلوہ اور دوزخ اس کے قہر اور ناراضگی کا نتیجہ ہے۔ جب تک مومن روزِ قیامت دوزخ سے نجات حاصل کر کے جنت میں نہ پہنچے گا دیدارِ الٰہی کی حقیقت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور نہ قربت و معرفت کی حقیقت جو روح کی ہی اصل ہے حاصل کر سکتا ہے۔ لہٰذا طالبانِ حق پر واجب ہے کہ ہمیشہ نفس کی مخالفت کریں کیونکہ وہی اسرارِ الٰہی کا مقام ہے۔[30]

قرآن پاک میں فرمایا گیا:

"قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِرَبِّيْ "[31]

ترجمہ:(کہہ دو روح تو میرے رب کا حکم ہے۔)

"مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف منسوب کر کے (مِنْ رُوْحِیْ) اسی لیے فرمایا کہ تمام مخلوقات میں روح انسانی کا اشرف و اعلیٰ ہونا واضح ہو جائے کیونکہ وہ بغیر مادہ کے محض امر الٰہی سے پیدا ہوئی ہے۔ نیز اس میں تجلیاتِ رحمانیہ کے قبول کرنے کی ایسی استعداد ہے جو انسان کے علاوہ کسی دوسرے جاندار میں نہیں ہے۔ انسان کی پیدائش میں اگرچہ عنصر مٹی کا ہی غالب ہے لیکن درحقیقت وہ دس چیزوں کا مجموعہ ہے جن میں سے پانچ عالم خلق کی ہیں اور پانچ عالم امر کی ہیں۔ عالم خلق کے چار عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا اور پانچواں ان چاروں سے پیدا ہونے والا بخار لطیف جسے روح سفلی یا نفس کہتے ہیں۔ اور عالم امر کی پانچ چیزیں یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفی۔ اسی جامعیت کے باعث انسان خلافتِ الٰہیہ کا مستحق بنا اور نورِ معرفت کا اہل ہوا۔"[32]

روح، جسم اور نفس تینوں کا آپس میں تعلق ہے۔ ان کے درمیان توازن مقام عبدیت کی طرف لے جاتا ہے۔ عبدیت وہ منزل ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے قریب ترین ہے۔ مخلوق کے لیے عبدیت ہی آخری منزل ہے۔ مقام عبدیت ہی وہ مقام ہے جو رب کعبہ نے سب سے پہلے اپنے محبوب کے کلمے میں اسے "عبد" پکارا۔ آدم علیہ السلام صفی اللہ کہلائے، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ، عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ، ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ، اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ، نوح علیہ السلام نجی اللہ کہلائے۔ صرف محمد مصطفیٰ ﷺ کو (مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ) کہا گیا۔

تخلیق نفس اور قرآن:

قرآن کے مطابق انسانی نفس کی تخلیق مادہ اور روح سے کی گئی۔ قرآن میں روح کا لفظ متعدد بار استعمال کیا گیا ہے اور روح سے مراد ایسی روح ہے جس کے ذریعے انسان میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِيْنٍ٥فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سَاجِدِيْنَ"[33]

ترجمہ: (جب کہا آپ ﷺ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کیچڑ سے پس جب میں اس کو سنوار دوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص روح پھونک دوں تو تم اس کو سجدہ کرنے کے لیے گر پڑنا۔)

یہ روح ہی ہے جو انسان کو حیوانی سطح سے اٹھا کر اشرف المخلوقات کا رتبہ عطا کرتی ہے۔ اس کے اندر پاکیزہ صفات اور بلند امور پیدا کرتی ہے۔ درج بالا آیت بھی یہی واضح کرتی ہے کہ فرشتوں کا انسان کو سجدہ اس روح کی وجہ سے ہی ہے جو کہ علم و معرفت کی حامل ہوتی ہے۔ بشریت کے دائرے میں رہتے ہوئے ان اقدار و معارف سے استفادہ حاصل کرتی ہے جو اسے انسانیت کے درجے پر فائز کرتے ہیں۔ روح کی خصوصیات اس کا شرف ہے جو اسے معرفتِ الٰہی اور معرفتِ ذات کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ حصول علم کی خواہش اور تعمیرِ کائنات کا شوق ہی وہ خوبیاں ہیں جو نفسِ انسانی کو خلافتِ ارضی کا اہل ثابت کرتی ہیں۔

انسان کے اندر روح اور مادہ جدا نہیں ہوسکتے بلکہ یہ مل کر اکائی بنتے ہیں اور اسی اکائی سے نفسِ انسانی اور شخصیت کی تشکیل ہوتی ہے۔ قرآن تخلیقِ انسانی کے سات مراحل بیان کرتا ہے:

(1) پہلا مرحلہ:

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ"[34]

ترجمہ: (اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔)

بشریت کی تخلیق کا پہلا مرحلہ پانی ہے۔ جب یہ زمین وجود میں آئی تو زندگی کے آثار نہ تھے اور جب زندگی وجود میں آئی تو سب سے پہلے پانی کے آثار نظر آئے۔ سائنس کو یہ حقیقت آج پتہ چلی جبکہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے بیان کر دیا تھا۔

(2) دوسرا مرحلہ:

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ"[35]

ترجمہ: (وہی ذات جس نے تمھاری (کیمیائی حیات کی ابتداء) پیدائش مٹی سے کی۔)

گویا بشریت کی تخلیق کا دوسرا مرحلہ مٹی (خشک مٹی) ہے۔

(3) تیسرا مرحلہ:

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ "[36]

ترجمہ: (وہی ہے جس نے تمھیں گارے سے پیدا کیا۔)

گویا جب مٹی پانی سے ملی تو گارا بنا اور یہ تخلیقِ آدم کا تیسرا مرحلہ تھا۔

(4) چوتھا مرحلہ:

" إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ"[37]

ترجمہ: (بے شک ہم نے ان لوگوں کو چپکنے والے گارے سے پیدا کیا۔)

(5) پانچواں مرحلہ:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ "[38]

ترجمہ: (اور بے شک ہم نے انسان کی تخلیق مٹی کے خلاصہ سے کی۔)

یعنی ایسے جوہر سے بشریت کی تخلیق کی جو کیمیائی تعامل سے گزر کر مصطفیٰ، مزکی ہو گیا۔

(6) چھٹا مرحلہ:

"إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ"[39]

ترجمہ: (اور بے شک ہم نے انسان کو ایسے بجنے والے گارے سے پیدا کیا جو (دھوپ اور دیگر کیمیائی اثرات کی وجہ سے) سیاہ بدبو دار ہو چکا تھا۔)

(7) ساتواں مرحلہ:

"خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ"[40]

ترجمہ: (پیدا کیا انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتے ہوئے خشک گارے سے۔)

اس طرح بشریت کی تخلیق کے سات مراحل طے ہوئے۔ ان ساتوں مراحل کی خصوصیات انسان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ پانی کی طرح اس کی فطرت میں بہاؤ اور سیلان ہوتا ہے۔ کوئی روح ٹھیکرے کی طرح سخت اور تند مزاج ہوتی ہے تو کوئی بدبو دار گارے کی طرح گندی اور خبیث اور کوئی آزمائشوں کی بھٹی میں پک کر متقی اور پرہیز گار بن جاتے ہیں۔ نظریہ الٰہی کے ساتھ ساتھ نفسی اور قیاسی نظریات اس کے اندر کشمکش پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت نفسِ انسانی اپنی Senses استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا یا تو وہ نفسی طور پر مستقیم بن جاتا ہے اور شکر گزار بندوں کی صف میں شامل ہوتا ہے یا پھر ناشکری کر کے رب کا نافرمان بن جاتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُوْرًا"[41]

ترجمہ:(یقیناً ہم نے اسے راہ دکھلا دی خواہ وہ شکر گزار بن جائے یا ناشکرا بن جائے۔)

اس آیتِ مبارکہ کے مطابق فاطر فطرت نے انسان کو اس قدر درست طریق پر بنایا ہے کہ وہ خود اکتسابی کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اچھائی اور برائی کی تمیز رکھتا ہے اور درست غلط کو الگ کر سکتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

"الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ"[42]

ترجمہ:(جس نے تجھے خلق کیا اور تجھے ٹھیک ٹھاک اور ہر لحاظ سے موزوں بنایا۔)

"استوی کا مطلب ہے کسی شے کو درست و آراستہ کر کے ظاہری و باطنی قویٰ میں اعتدال کی حالت کا پیدا ہو جانا۔"[43] تسویہ خلق کی وہ سطح ہے جہاں اعلیٰ و خلق ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور اس وابستگی سے جو شے تخلیق پاتی ہے اسے متناسب اور اعتدال جیسی خوبی کا حامل بناتا ہے۔ سیدھا اور درست بنانا جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو۔

کیفیاتِ نفس اور قرآن:

تجسس اور تلاشِ حق نفسِ انسانی کے خمیر میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے لیے ضروری چیز صفت ایمانداری ہے۔ نفسِ انسانی حواس و ادراک کی خصوصیات کو استعمال کرتے ہوئے نہ صرف کائناتی رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے بلکہ اپنے مقصدِ حیات کو جاننے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ نفسِ انسانی حواس و ادراک کے محرکات کو مقصدِ خاص کے حصول کے لیے کنٹرول کرتا ہے۔ ان قوتوں کو بقدر کفایت و ضرورت خرچ کرتا ہے۔ اسے قانون کفایت حواس (Law of Economy of Senses) کہتے ہیں۔ اور قرآن اس کیفیت کو تقویٰ و فجور کے نام سے بیان کرتا ہے۔

"وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَاo فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَاo قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَاo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا"[44]

ترجمہ:(اور نفس کی قسم اور اس کی جس نے اسے کامل بنایا کہ اس کی بدکاریاں اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کر دی۔ بے شک فلاح پائی جس نے اسے پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو دبا دیا۔)

نفسِ انسانی اور فجور:

نفسِ انسانی کے اندر خود اکتسابی کی صلاحیت رکھ دی گئی ہے۔ وہ اپنا محاسبہ خود بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ اپنی برائی اور اچھائی کی کیفیت کو سمجھ سکتا ہے خواہ وہ فجور کی کیفیت ہو یا تقویٰ کی۔ فجور کو لغت کی رو سے واضح کیا جائے تو کہہ سکتے ہیں:

"فجر الفجر شق الشئ شقا واسعا۔والفجور شق ستر الديانة وقيل معنا يذنب ويقول غداتوب۔ثمه يفعل فيكون ذلک فجورالنذله عهد الا بغى به وسمى الكاذب فاجرالكون الكذب بعض الفجور"[45]

ترجمہ:(فجر الفجور کے معنیٰ کسی شے کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کل توبہ کرلوں گا لیکن توبہ نہ کرے تو یہ سراسر فجور ہے۔ کیونکہ وہ عہد کر کے توڑ ڈالتا ہے اور کاذب کو فاجر کہتے ہیں کیونکہ کذب بیانی بھی فجور کی ایک قسم ہے۔)

گویا دین پر عمل کرنا تقویٰ اور دین کی نافرمانی کرنا فجور ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

"بَلْ يُرِيْدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ"[46]

ترجمہ:(بلکہ انسان تو یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ بھی بدکاری کرتا رہے۔)

بدکاری اور گمراہی انسان کے نفس کو مفلوج کر دیتی ہے۔اس آیتِ کریمہ میں انسانی جبلت کی وضاحت کی ہے کہ انسان برائی کی طرف جلد متوجہ ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں آسانی ہوتی ہے تو انسان کرنے سے باز بھی نہیں آتا۔ ایسا انسان قہر الٰہی سے بے خوف ہو جاتا ہے بلکہ آخرت کا حساب بھی اسے یاد نہیں رہتا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءِ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ "[47]

ترجمہ:(پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے اور وہ پتھر کی مانند ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ سخت حالانکہ بلاشبہ پتھروں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جب وہ شق ہو جاتے ہیں تو ان سے پانی بہہ نکلتا ہے اور ان میں ایسے بھی ہیں جو خوفِ الٰہی سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔)

قرآن نفسِ انسانی کی کیفیت فجور کو اس مندرجہ بالا آیت میں بہت واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ ایسے نفوس میں ذرہ برابر بھی نرمی نہیں رہتی۔ ایسے ہی نفوس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"ان الله لا يعذب من عباده الا المارد المتمرد"[48]

ترجمہ:(اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں کو عذاب دے گا جو بہت سرکش و شریر ہیں۔)

"فتح الباری" میں فجور کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

"عربی زبان میں فجور کا اصل ماخذ "الفجر" کا معنی شق ہے تو مطلب یہ ہوا کہ فجور دینداری کو شق کرتا ہے۔ نیز فجور کا لفظ خرابیوں اور برائیوں کی جانب میلان پر بھی بولا جاتا ہے، اسی طرح نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جانے پر بھی بولتے ہیں۔ فجور کا لفظ ہر قسم کی برائی کے لیے جامع لفظ ہے۔"[49]

بدکردار شخص کی نہ تو دنیا میں عزت ہوتی ہے اور نہ آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ ہے جب تک کہ وہ گناہوں سے توبہ کرلے۔

نفسِ انسانی اور تقویٰ:

نفسِ انسانی جب نور کا اکتساب کرتا ہے تو پرہیز گار بن جاتا ہے۔ متقی اور رب تعالیٰ کا پسندیدہ بن جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوْتُنَّ إِلاَّ وَ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ"[50]

ترجمہ: (اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس حال میں مرو کہ تم مسلمان نہ ہو۔)

اس آیتِ مبارکہ میں تقویٰ کی حقیقت بتادی گئی کہ تقویٰ اللہ سے ڈرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حق دار ہے کہ ساری کائنات میں صرف اسی سے خوف کھایا جائے۔ مگر یہ خوف ایسا ہے کہ روح کو سکون اور اطمینان بخشتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا:

" فَمَنِ اتَّقٰى وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ"[51]

ترجمہ: (اور جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کرے گا انھیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔)

"الوقاية حفظ الشئ مما يؤ ذيه ويفوه يقال وقيت الشئ مما يؤذيه ويفره يقال وقيت الشئ فيه وقاية وقاء التقوىٰ فى تعارف الشرع حفظ النفس لما يؤثمه وذلک يترک المحضورويتم ذلک يترک المباحات"[52]

ترجمہ: (وقایۃ: وقاہ کے معنی کسی شے کو مضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں نفس کو ہر اس شے سے بچانے کا نام تقویٰ ہے جو گناہ کا موجب ہو اور یہ بات محظورات شریعہ کے ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر اس میں درجہ کمال حاصل کرنے کے لیے بعض مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے۔)

گویا تقویٰ ایک توانائی کا نام ہے جو نفس کو ارتفاع اور روح کو معراج عطا کرتی ہے۔ یہ خصوصیت نفسِ انسانی کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے لبریز کرتی ہے اور زندگی کی سرگرمیاں، حق وانصاف، توکل، امانت و دیانت اور صدق و سچائی، عبادات و طاعات سے لبریز نظر آتیں ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے طیب نفوس کے حامل افراد کی مثال بیان کی ہے:

"أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِoتُؤْتِيْ أُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ "(53)

ترجمہ: (کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح دیتا ہے؟ اس کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر موسم میں اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا رہتا ہے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں پیش کرتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔)

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفوس دو طرح کے ہوتے ہیں یا تو وہ طیب فطرت کے حامل ہوں گے یا پھر خبیث فطرت کے۔ طیب فطرت کے حامل نفوس کلمہ طیبہ کے پیروکار اور خبیث فطرت کے نفوس کلمہ خبیثہ کے ماننے والے ہوں گے۔ زمین اور نفس میں ایک قدر مشترک ہے یعنی اگانے کی صلاحیت تاہم زمین اور نفس میں بڑے جزیرے حائل ہیں۔ زمین میں کسی بھی قسم کا بیج ڈالا جائے تو وہ اپنا کام کرتی ہے اور اسے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ وہ پھل دار ہے، مفید ہے یا پھر کڑوا اور کانٹے دار ہے۔ نفسِ انسانی کا بھی یہی حال ہے اچھے اعمال اسے رب کے قریب اور برے اعمال رب تعالیٰ سے دور کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔

فطری خصوصیات نفس اور قرآن

قدرت کاملہ نے نفسِ انسانی کو تمام اعلیٰ اور بہترین خوبیوں سے مزین کر کے اسے خلافتِ ارضی پر فائز کیا ہے۔ قرآن کے مطابق چار قسم کی خصوصیات نفس کو ودیعت کی گئی ہیں جن کو استعمال میں لا کر وہ عظمت وبلندی کے مینار عبور کر سکتا ہے۔ اب یہ نفس انسانی پر منحصر ہے کہ وہ ان سے فائدہ اُٹھاتا ہے یا نہیں۔ نفسِ انسانی کی یہ چار خصوصیات درج ذیل ہیں:

(1) نفس الرحمہ:

" قُل لِلّٰهِ كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ"(54)

ترجمہ: (کہہ دو اللہ کا ہے، اس نے اپنے نفس پر رحمت کرنا واجب کر لیا ہے۔)

"الرحمة رقة تقتضى الاحسان الى المرحوم واذا وصف به البارى فليس يراد به الاالاحسان"(55)

ترجمہ: (وہ رقت قلب جو مرحوم پر احسان کی متقضی ہو اور جب یہ اللہ کی ذات سے متصف ہو تو پھر احسان ہو گا۔)

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت دراصل نظام کائنات کی بنیاد ہے۔ دہر سے ظہور تک کے سفر کو دیکھیں تو رب کی ربوبیت کو پاتے ہیں۔ خیال سے لے کر حقیقت تک رحمان کی رحمانیت کو پاتے ہیں۔ رحمت ربانی نہ ہوتی تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جاتا ہے۔ حد نگاہ تک کائنات رحمتوں برکتوں سے مزین نظر آتی ہے۔ علم و حکمت، صحت و تندرستی،

آسانیاں، فراوانیاں، عقل و شعور، مغفرت کا نزول یہ سب رحمتِ خداوندی کے جلوے ہیں جس کا ظہور ازل سے ہو رہا ہے۔

رب تعالیٰ نے دُعا مانگنے کا حکم دیا کہ دُعا مانگا کرو:

"وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ"(56)

ترجمہ:(اور اے ہمارے رب ہمیں اپنی طرف سے رحمت تحفتاً عطا فرما، بے شک تو سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے۔)

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کی رحمانیت کی صفت اس کے جلال سے بڑھ کر ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"احتجت النار والجنة، فقال الله عزوجل ،لهذه انت عذابي اعذب بک من اشآء وقال لهذه انت رحمتی ارحم بک من اشآء ولكل واحدة من كما ملؤها "(57)

ترجمہ:(جنت اور دوزخ نے جھگڑا کیا اللہ جل جلالہ نے دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب کروں گا اور جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں بھری جاؤ گی۔)

(2) نفس خیفہ:

"الخوف توقع مكروه عن امارة مظنونة اور معلومة"(58)

ترجمہ:(خوف کے معنی قرائن و شواہد سے کسی آنے والے خطرے کا اندیشہ کرنا کے ہیں۔)

خوف فطری طور پر ہر نفس میں پایا جاتا ہے۔ توحید الٰہی ہی وہ قوت ہے جو نفس کو ہر طرح کے خوف سے نجات دلا کر توازن و اعتدال عطا کرتی ہے۔ دراصل خوف دو طرح کا ہوتا ہے ایک خوفِ الٰہی (Fear of Allah) جو جائز ہے اور دوسرا شیطان کا خوف (Fear of Evil)۔ خوفِ الٰہی میں ہدایت مضمر ہے۔ یہ خوف کائنات کی ہر شے میں پایا جاتا ہے۔

قرآن فرماتا ہے کہ:

"وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ "(59)

ترجمہ:(گرج اور فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں۔)

اس آیتِ مبارکہ میں واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کی ہر شے حتیٰ کہ بجلی بھی کڑکتی ہے اور بادل گرجتے ہیں تو یہ بھی رب تعالیٰ کے نور اور جلال کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

لغت میں خوف کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"والخوف من الله لا يراد به ما يخطر بالبال من الرعب كاستعار الخوف من الاسد بل انما يراد به الكف عن المعاصى واختيار الطاعات"(60)

ترجمہ:(اللہ کے خوف کے معنی یہ نہیں کہ جیسے شیر سے خوف آتا ہے بلکہ خوفِ الٰہی کے معنی یہ ہیں کہ اس قسم کا رعب اللہ کے تصور سے انسان پر طاری ہو کہ انسان گناہوں سے پرہیز کرے اور فرمانبرداری اختیار کرے۔)

دوسرا خوف شیطان کا ہوتا ہے جو جانی بھی ہوتا ہے اور نفسیاتی بھی۔ شیطان اسی خوف میں مبتلا کر کے نفسیاتی اعتبار سے انسان کو ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ جہاں صرف موت ہی نظر آتی ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

"إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُ فَلَاتَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "(61)

ترجمہ:(درحقیقت شیطان ہے جو تم کو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس تم ان سے نہ ڈرنا اور تم مجھ سے ہی ڈرو اگر تم مومن ہو۔)

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے مومنوں کو شیطان کے ڈراؤں سے بھی آگاہ کر دیا لیکن یہ بھی واضح کر دیا کہ شیطان کا خوف صرف دھوکا ہے۔ حکم تو اصل میں اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے۔

"اہل اللہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، جو کام کرتے ہیں ان کے دل خوف زدہ ہی رہتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں اچانک نہ پکڑ لیے جائیں اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کا ایمان ان کے پاس عاریت نہ ہو۔"(62)

(3) نفسِ مبین:

قرآن کتابِ مبین ہے جو علم حق پر مبنی ہو وہ ہمیشہ واضح ہوتا ہے۔ قرآن میں ہر بات بہت واضح ہے۔ نفس بھی واضح قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ عین حق کے موافق ہے۔ اس میں کوئی بات مخفی نہیں ہے۔

"يقال بان واستبان وتبين وقد بينته"(63)

ترجمہ:(بان واستبان وتبین کے معنی کسی چیز کو ظاہر اور واضح کر دینے کے ہیں اور بینہ کے معنی کسی شے کو واضح اور ظاہر کرنے کے ہیں۔)

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌوَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ "(64)

ترجمہ:(بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور ایک واضح کتاب آچکی ہے۔)

قرآن مجید نفس کو اخلاق حسنہ کی تربیت دیتا ہے۔ درج بالا آیتِ مبارکہ قرآن کو ایسا نور قرار دیتی ہے جس کی روشنی میں روحِ انسانی کو ہر معاملہ حیات میں رہنمائی ملتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

"قوتِ باصرہ کو فوقیت حاصل ہے اسی قوت کے ذریعے نور کا ادراک کیا جاسکتا ہے اور یہی نور کو محسوس کرتی ہے۔ ورنہ بالذات نہ تو نور دریافت کرنے والا ہے اور نہ اس کے ذریعے کسی شے کا ادراک ہوتا ہے بلکہ وہ ادراک کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔"(65)

(4) نفس بصیرہ:

"بصره وللقوة التى فيها ويقال لقوة القلب المدركة بصيرة وبصر "(66)

ترجمہ: (قوتِ بینائی کو بصر کہتے ہیں اور دل کی بینائی پر بصر اور بصیرت دونوں لفظ بولے جاتے ہیں۔ نیز آنکھ سے دیکھنے کے لیے بصیرہ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔)

گویا "بصیرہ" کے معانی کسی کو جان لینا کے ہیں جس کا ادراک ہر نفس کے اندر پایا جاتا ہے لیکن ہر ذرے اور ہر مخلوق کی فہم ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہوا:

"بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيْرَةٌ "(67)

ترجمہ: (بلکہ انسان اپنے نفس پر خود دیکھنے والا ہے۔)

بصیرت کسی شے کی حقیقت کے علم کو کہتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ آنکھیں صرف دیکھتی ہیں لیکن بصیرت گواہ بن جاتی ہے۔ انسان اپنا محاسبہ خود کرتا ہے اپنے گناہ ثواب کو خود بہتر جانتا ہے۔ اسی لیے تو کہا گیا:

"فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَا"(68)

ترجمہ: (پس (انسان کی) اچھائی اور برائی اس پر الہام کر دی گئی ہے۔)

ہر انسان جو فلاح دارین چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے نفس کی بصیرت سے فائدہ اُٹھائے۔ رحمٰن کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت ان کا رب تعالیٰ کی کائنات میں پھیلی بصیرت افروز نشانیوں پر غور کرنا اور ان سے سبق حاصل کرنا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

"لَاتُدْرِكُهُ الأَبْصَارُوَهُوَيُدْرِكُ الأَبْصَارَوَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ "(69)

ترجمہ: (آنکھوں کی رسائی اس تک ممکن نہیں اور اس کی رسائی آنکھوں تک ہے اور وہ بڑا باریک بین ہے۔)

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ کی لامحدود بصیرت کو بیان کیا گیا ہے جو دلوں کے بھید تک جانتا ہے اور جو سات پردوں میں چھپے رازوں سے بھی واقف ہے۔ یہی معرفت الٰہی حاصل کرنا دراصل معرفتِ ذات کی ابتداء ہے

اور اللہ کے بصیرت والے بندے اس کے حصول کے لیے ہی پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے لیے ہی مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ بصیرت صرف وہی حاصل کر سکتے ہیں جو اپنے نفس کو پہچان لیتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"نفس میں بلا واسطہ ادراک کی صلاحیت موجود ہے، یہ بدن کے تابع نہیں ہے، نفس کا اثبات اور بدن کا تغیر۔ آپ ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نفس کی جو خصوصیات ہیں وہ بدن کی ہو ہی نہیں سکتی۔ نفس کا نہ جسم کی طرح عرض ہے نہ طول، اس کے لیے علم، قدرت، حیات، ارادہ، کراہت کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔"(70)

نفسیاتی کشمکش اور قرآن:

نفسِ انسانی کے اندر دو طرح کی صفات پائی جاتی ہیں حیوانی اور ملکوتی۔ حیوانی صفات جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لیے اور بقائے ذات کے لیے اہم ہیں۔ لیکن ملکوتی صفات نفسِ انسانی کو رب کے قریب کر دیتی ہیں۔ یہ معرفت خداوندی، ایمان اور تسبیح و مناجات کا شوق پیدا کرتی ہیں لیکن کبھی کبھی جسمانی اور روحانی ضروریات میں کشمکش پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسی کشمکش کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ"(71)

ترجمہ: (بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں زندگی بسر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔)

لیکن اسی کشمکش سے نکالنے کے لیے عقل سلیم عطا کی ہے۔ حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت اور خیر و شر کو پہچاننے کی قوت عطا کی ہے۔ اس طرح ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کر کے اس کیفیت سے نکلنے اور فیصلہ کن مؤقف اختیار کرنے کا حوصلہ عطا کیا ہے۔ قرآن کی نظر میں ہموار اور متوازن شخصیت وہ ہے جس میں روح اور جسم کا توازن قائم ہو اور دونوں کی ضروریات پوری کی جا رہی ہوں۔ اسی توازن کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

"وَ ابْتَغِ فِيْمَا اٰتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا"(72)

ترجمہ: (اور طلب کر اس سے جو دیا ہے تجھے اللہ نے آخرت کا گھر اور نہ فراموش کر اپنے حصہ کو دنیا سے۔)

جسمانی اور روحانی پہلوؤں کے درمیان قائم کشمکش کا سب سے بہترین حل دونوں کے درمیان توازن و تطبیق ہے۔ انسان کی طبعی ساخت میں خیر و شر دونوں طرح کی استعداد موجود ہے۔ انسان جب دنیاوی لذتوں اور خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے تو رب اور آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے اور اپنے برائی پر آمادہ کرنے والے نفس "نفسِ امارہ" کا غلام بن جاتا ہے۔

"وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"(73)

ترجمہ:(اور میں اپنے نفس کی براءت کا دعویٰ نہیں کرتا بے شک نفس تو برائی کا حکم دیتا ہے مگر بچتا تو وہی ہے جس پر میرا رب رحم فرمادے، بے شک میرا رب غفور ورحیم ہے۔)

یہی ذہنی کشمکش انسان کو بے چین رکھتی ہے۔ اس کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اسے اپنے گناہوں پر ملامت کرتا ہے اور انسان تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت "نفس لوامہ "(ملامت کرنے والے نفس) کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جسے قرآن کریم ایسے بیان کرتا ہے:

"لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ oوَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ "(74)

ترجمہ:(میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی اور میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی۔)

یہی ملامت کرنے والا نفس نیکی کی طرف راغب کرتا ہے اور گناہ سے نفرت دلاتا ہے۔ انسانی نفس کو خدا کی رضا کے سانچے میں ڈھال کر پر سکون کر دیتا ہے۔ اس بارے میں قرآن کہتا ہے:

"يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ oارْجِعِيْ إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً oفَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْoوَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ"(75)

ترجمہ:(اے نفس مطمئن واپس چلو اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس شامل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔)

" گویا بنیادی طور پر انسان کے خمیر میں ودیعت کردہ نفس اس مادے سے بنا ہے جو اسے گناہ، نافرمانی اور فسق و فجور کی طرف راغب کرتا ہے لیکن اللہ کے برگزیدہ بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کا نفس مسلسل مجاہدہ ،عبادت وریاضت اور تقویٰ کی بدولت آلائشوں اور علائق دینوی کے رذائل سے پاک ہو کر نفس ملہمہ میں بدل جاتا ہے۔ یہ مقام ان بندگانِ حق کو نصیب ہوتا ہے جو نفس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں پھر ان میں کچھ نفوس قدسیہ وہ ہیں جو نفس ملہمہ سے بلند تر درجے نفس لوامہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور اس سے بھی آگے نفس راضیہ اور نفس مرضیہ کے ارتقائی مدارج طے کر لینے کے بعد نفس کاملہ کی منزل پر فائز ہو جاتے ہیں۔"(76)

نفسیاتی علاج اور قرآن:

قرآنِ پاک کی اثر انگیزی مسلمہ ہے۔ قرآن حکیم کلام الٰہی ہے اور اپنے اندر بے پناہ روحانی طاقت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف روح کو شفا بخشتا ہے اور بصیرت کو وسعتیں دیتا ہے بلکہ فکر و تدبر کو حکمت و دانائی کی گہرائیاں عطا کرتا ہے۔

قرآن خود اپنے بارے میں فرماتا ہے:**"وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ"**(77)

ترجمہ:(اور ہم نے نازل کی ہیں قرآن میں وہ چیزیں جو اہل ایمان کے لیے باعثِ شفا اور سراپا رحمت ہیں۔)

بے شک آیتِ قرآنیہ میں بے پناہ تاثیر اور برکت پنہاں ہے۔ غیر مسلم جب قرآن سنتے ہیں تو اسلام لے

آتے ہیں۔ قرآن میں بڑی رحمت اور ہر مرض کے لیے شفا ہے خواہ وہ مرض روحانی ہو یا جسمانی۔ موجودہ دور کے ماہرینِ نفسیات اس بات کو مان چکے ہیں کہ ذہنی بیماریوں کے علاج میں قرآنی آیات کی تلاوت تریاق کا کام دیتی ہے۔ یہ آیاتِ مبارکہ دلوں اور روح کو سکونِ کاملہ عطا کرتی ہیں۔ ڈپریشن میں مبتلا افراد کو سورۃ رحمٰن سنائی گئی تو ان میں حیران کن تبدیلیاں آنا ثابت ہو چکا ہے۔ اور انھی آیات کو پانی پر دم کر کے پینے سے جسمانی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

نفسیاتی علاج عموماً اس وقت شروع ہوتا ہے جب نفسیاتی مرض پیدا ہو چکا ہو لیکن ایمان باللہ بچپن کے جس لمحہ سے انسانی نفس میں داخل ہوتا ہے۔ نفسیاتی امراض سے تحفظ اور دفاع کی قوت پیدا کرتا ہے۔ ایمان باللہ نفس انسانی کے اندر امن و سکون کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ اسی لیے مسلمان بچوں کو سب سے پہلے دینی تعلیم دی جاتی ہے اور قرآن سے تعلیمی عمل کا باقاعدہ آغاز کیا جاتا ہے۔ دنیاوی تعلیم بعد میں شروع کی جاتی ہے۔ گویا سب سے پہلے اپنے رب سے تعلق کی اہمیت کا احساس دلایا جاتا ہے تاکہ اس کے اندر عاجزی و انکساری پیدا ہو۔

خالق اور مخلوق کا تعلق بنیادی اور ازلی ہے۔ یہ تعلق جس قدر مضبوط ہو گا انسان اعصابی اور ذہنی طور پر اتنا ہی مضبوط ہو گا۔ جسمانی صحت کے لیے ذہنی صحت بہت ضروری ہے لہٰذا روحانی طور پر مضبوط ہونے کے لیے رب کے ساتھ تعلق مضبوط ہونا چاہیے۔

رب العالمین خود فرماتے ہیں:

"أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ"(78)

ترجمہ: (کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔)

اور نفسِ مطمئنہ کے دل سے اسی وقت آواز نکلتی ہے:

"حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "(79)

ترجمہ: (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔)

یہ خوبصورت احساس کہ کوئی لامحدود اختیارات کی حامل ہستی جو ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اور جو (عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) ہے۔ انسان کو ہر طرح کے غم و فکر سے آزاد کر دیتا ہے۔ انسان کو سکونِ قلب کی دولت سے نواز دیتا ہے اور جس کا دل مطمئن ہو گیا اس کا سارا جسم سارا نظام ہی بہتر ہو گیا۔ نفسیاتی بیماریوں کا علاج پیچیدہ، سخت محنت طلب اور وقت طلب مسئلہ ہے جس میں مریضوں کے بنیادی محرکات کو معلوم کرنا، مریض میں خود اعتمادی پیدا کرنا اور سکون مہیا کرنا ضروری ہے۔

ذہنی صحت کا تصور جدید سائنسی خطوط پر بیسویں صدی میں شروع ہوا لیکن قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ ذہنی سکون اور اطمینان ہے۔ جسم کی ساری بیماریوں کا علاج ہے اور ذہنی سکون کا

بہترین ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

"أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"(80)

ترجمہ:(بے شک اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔)

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنائے اور اسوہ حسنہ پر عمل کرنا اپنی زندگی کا اصول بنالے۔یہی دونوں جہانوں میں فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حاصلِ کلام:

قرآن مجید عظمت و بزرگی والی کتاب ہے۔اس کے ایک ایک حرف میں حیاتِ کامل پوشیدہ ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالہ "عجائب القرآن کے نفسیاتِ انسانی پر اثرات" قرآن کے انہی عجائبات اور ان کی تاثیر کو بیان کرتا ہے۔ قرآنی آیات کی تاثیر نفسِ انسانی کے روح و دل کو سیراب کرتی ہے۔ انسانی عقل و شعور کو بیدار کر کے نفسِ انسانی کو عمل کی ترغیب دیتی ہے۔ قرآنِ پاک انہی آیات کے ذریعے نفسِ انسانی کو رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض کائنات اور اس کی بے شمار مخلوقات کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے رب تعالیٰ کے اختیارات و کمالات کے لامحدود ہونے کا احساس دلاتا ہے۔نفسیاتِ انسانی جو ایک اُلجھی ہوئی گتھی ہے جسے قرآن کی تاثیر ہی سلجھا سکتی ہے۔ عجائب القرآن نفسِ انسانی پر فکری و معاشرتی اثرات مرتب کرتے ہیں۔اسے غور و فکر پر آمادہ کر کے اس کی علمی و روحانی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہی تدبر و تفکر اسے حق و باطل میں تمیز سکھاتا ہے اور اچھائی اور برائی کی پہچان کروا کے اس کے نفس کا تزکیہ کرتا ہے۔ اسے اپنی ذات اور مقصدِ حیات سے آگاہی دلاتا ہے۔

سفارشات:

(1) سوشل میڈیا پر قرآنی عجائبات کے حوالے سے ویڈیوز اور قرآنی آیات ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پوسٹ کی جائیں۔

(2) نفسیاتی مریضوں کے علاج کے لیے عجائب القرآن سے متعلقہ آیات اور سورتیں، ناظرہ اور ویڈیوز کی صورت میں سنانے اور دیکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ اس طرح ان کے علاج میں مدد ملے گی۔

(3) سکول، کالجز اور یونیورسٹیز میں قرآنی آیات کے ذریعے سائنسی حقائق کی تصدیق کے لیے لیبارٹریز میں انتظام کیا جائے تاکہ نئی نسل کو دین اور دنیا کی یکجائی کا احساس ہو اور ان کے علم میں اضافہ ہو۔

Reference

1. Muhammad (47) 24

2. Dehlavi, Syed Ahmad, Farhang-i Asafia, Muktaba Hasan Sohail Limited, Urdu Bazaar, Lahore, 1898, 3/277

3. Ferozeuddin, Maulvi, Ferowal Al-Laghat, Feroze Sons Limited, Lahore, 1973, p. 478

4. Sir Hindi, Waris, Jami Ilmi Urdu Dictionary, Ilmi Katbkhana, Kabir Street Urdu Bazaar, Lahore, 1979, p. 1569

5. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussain bin Muhammad, 1 of the Qur'an, Al-Muktaba al-Qasimiyyah, Lahore, 1963, 3/669

6. Yunus (10) 2

7. Al-Zarkashi, Badr al-Din Muhammad bin Abdullah, 1-Librhan fi Ulum al-Qur'an, Dar al-Fikr, Beirut, 3rd edition, 1980, 1/277

Al-Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman, 1 Latqan fi Ulum al-Qur'an, Muttaba al-Babi al-Halmi, Egypt, 1978, 1/27-28

Al-Zarqani, Muhammad Abd al-Azeem, Dr., Manahl al-Irfan in the Sciences of the Qur'an, Darahiya al-Trath al-Arabi, Beirut, 1/14

Daraz, Muhammad Abdullah, Dr., 1 Linba Al-Azeem, Dar Al Qalam, Kuwait, 1970, p. 13

Al-Dhahabi, Muhammad Hussain, Dr., 1 Luhi and the Holy Qur'an, Muktaba Wahba, Cairo, 1986, p. 33

Shalot, Mahmoud, Imam, 1 For Islam's Faith and Shari'ah, Darul Shurooq, Cairo, 1987, p. 470

Sabuni, Muhammad Ali, 1 Litbiyan fi Ulum al-Qur'an, Dar Umar bin Khattab, Alexandria, 1970, p. 10

Isfahani, Abul Qasim al-Hussain bin Muhammad, 1 Lamfardat fi Gharib Al-Qur'an, Al-Muktab Al-Qasimiyah, Lahore, 1963, p. 411

8. Ibn Khaldun, Abu Zayd Abd al-Rahman, Muqadama Ibn Khaldun, Dar al-Fikr, Beirut, p. 437

Al-Zarqani, Muhammad Abd al-Azeem, Manahl al-Irfan fi Ulum al-Qur'an, Matabat Isa al-Babi al-Halabi, Cairo, 1/15-19

Daraz, Muhammad Abdullah, Dr., 1 Linba Al Azim, Dar Al Qalam, Al Kuwait, 1970, p. 15

Mana al-Qattan, Discussions in Al-Uloom al-Qur'an, Musisat al-Rasalat, Beirut, 1983, p. 15

Muhammad Al-Sabaa, Dr., Moments in the Sciences of the Qur'an and Tajhat al-Tafseer, Al-Muktab al-Islami, Beirut, p. 6

9. Al-Shuara (26) 192-195

10. Al-Suyuti, Jalal al-Din Abdul Rahman, 1 Lakhizat al-Kubra, Sharkat Maktaba wa Matabata Mustafa al-Babi al-Halabi, Egypt, 1951, p. 113

11. Gohar Rehman, Maulana, Al-Uloom al-Qur'an, School of Understanding the Al-Qur'an, Mardan, 2010, 1/20

12. Mana al-Qattan, Discussions in the Sciences of the Qur'an, Masisat al-Rasalat, Beirut, 1983, p. 20
13. Al-Dusri, Mahmoud Ibn Ahmad, The Magnificence of the Qur'an and Its Miracles, Muktaba Dar al-Salam, Sun., pp. 57-58.
14. Repentance (9) 6
15. Al-Suyuti, Jalal al-Din, Imam, 1 Latqan fi Ulum al-Qur'an, Matabat al-Babi al-Halabi, Egypt, 1978, 1/164
16. Albeena (98) 2-3
17. Al-Dukhan (44) 3
18. Al Buruj (85) 21-22
19. Al-An'am (6) 59
20. Al-Qurtubi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad, 1 for Jami al-Ahkam al-Qur'an, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 2000, 3/7
21. Ibn Manzoor, Muhammad Bin Makram, Lasan al-Arab, Dar Sadir, Beirut, 14/358
22. Dehlavi, Ahmad, Syed, Farhang-i Asafia, Muktaba Hasan, Sohail Limited, Urdu Bazaar, Lahore, 1898, p. 1299
23. Raghib Isfahani, Abu Al-Qasim Al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, Al-Muktab Al-Qasimiyah, Lahore, 1963, p. 521
24. Naqvi, Muhammad Zaman, Philosophy of Self, Association Press, Lawrence Road, Karachi, 1955, p. 22
25. Ham al-Sajda (41) 53
26. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Husayn bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 411
27. Al-Zariyat (51) 20-21
28. Al-Rum (30) 8
29. Al-Baqarah (2) 130
30. Hajwiri, Abu al-Hasan Ali bin Usman, Syed, Kashf al-Mahjub, Center for Persian Research in Iran and Pakistan, Tehran, 1978, pp. 121-123
31. Children of Israel (17) 85
32. Muhammad Shafi, Mufti, Ma'arif al-Qur'an, Idara Ma'arif, Karachi, 1993, 5/297-299
33. P. (38) 71-72
34. The Prophets (21) 30
35. Al-Mu'min (40) 67
36. Al-An'am (6) 2
37. Al-Safaat (37) 11
38. Al-Mu'minun (23) 12
39. Hajar (15) 28
40. Ur Rehman (55) 14

41. Aldhar (76) 3
42. Al-Iftar (82) 8
43. Naeemi, Ahmad Yar Khan, Mufti, Tafseer Naeemi, Islamia School, Lahore, S.N., p. 214
44. Al-Shams (91) 7-10
45. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, pp. 3789-380
46. Al-Qiyamah (75) 5
47. Al-Baqarah (2) 74
48. Ibn Majah, Muhammad Bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Islamic Academy, Lahore, 1990, p. 4297
49. Asqalani, Ahmad bin Ali bin Muhammad, Ibn Hajar, Fateh al-Bari, Al-Kitab Islamiyya, Lahore, 1401 AH, 10/508
50. Aal Imran (3) 102
51. Al-A'raf (7) 35
52. Raghib Isfahani, Abu Al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 552
53. Abraham (14) 24-25
54. Al-An'am (6) 12
55. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 190
56. Aal Imran (3) 8
57. Neshapuri, Muslim bin Hajjaj, 1 of Saheeh Muslim, Al-Mizan Library, Lahore, 2004, Hadith: 7172
58. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 161
59. Al Raad (13) 13
60. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, pp. 161-162
61. Al-Imran (3) 175
62. Jilani, Abd al-Qadir bin Abu Saleh, 1 for Fateh al-Rabbani and Faiz al-Rahmani, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, 1971, Majlis: 61
63. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 68
64. Al-Maida (5) 15
65. Al-Ghazali, Muhammad bin Muhammad bin Muhammad bin Ahmad Tusi, Imam, Mishkat al-Anwar, Mishkat al-Islamiya Library, Cairo, 1343 AH, p. 37
66. Raghib Isfahani, Abu al-Qasim al-Hussein bin Muhammad, Mufardat fi Gharib al-Qur'an, p. 48
67. Al-Qiyamah (75) 14
68. Al-Shams (91) 8

69. Al-An'am (6) 103-104
70. Al-Ghazali, Muhammad bin Muhammad bin Muhammad bin Ahmad Tusi, Imam, Mi'raj al-Salkin, Muktaba Mishkat al-Islamiyya, Cairo, 1344 AH, pp. 21, 37
71. Country (90) 4
72. Al-Qasas (28) 77
73. Youssef (12) 53
74. Al-Qiyamah (75) 1-2
75. Al-Fajr (89) 27-30
76. Al-Qadri, Muhammad Tahir, Dr., 1 Rakan-e-Islam, Minhaj-ul-Quran Publications, Lahore, 1985, p. 224
77. Children of Israel (17) 82
78. Alzmer (39) 36
79. Al-Imran (3) 173
80. Al Raad (13) 28